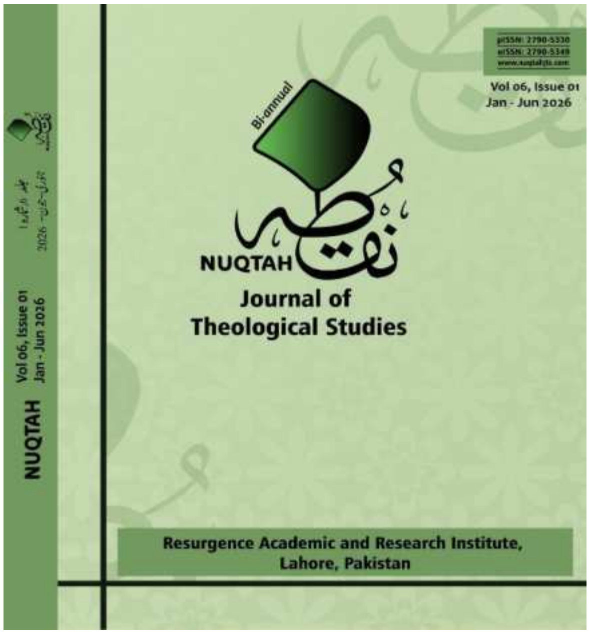

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by:

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

سیرت نگاری کے اصولِ درایت: منتخب اردو کتبِ سیرت کا مطالعہ

The Principles of Analytical Understanding of Sīrah Writing: A Study of Selected Urdu Books on Sīrah

Muhammad Irfan Naseem
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan
Email: irfanulqadri5@gmail.com

Dr. Muhammad Hasib
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan
Email: dr.mhasib@uog.edu.pk

Published online: 20 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

This article presents a critical study of the principles of Dirayah (analytical understanding) in Urdu Seerah writing through selected classical and contemporary works, particularly Zia-un-Nabi, Seerat-ur-Rasool, and Nabi-e-Rahmat. The study aims to explore how Urdu Seerah scholars have not limited themselves to mere narration of traditions but have also applied intellectual, historical, and contextual analysis in interpreting the life of the Prophet Muhammad .ﷺ Through the methodology of Dirayah, these authors highlight the wisdom, relevance, and practical implications of prophetic events for contemporary society.

The research reveals that each writer adopted a distinct intellectual and literary approach in presenting the Seerah. Tahir-ul-Qadri emphasizes rational discourse and modern interpretative methods, while Abul Hasan Ali Nadwi focuses on the spiritual, moral, and reformative dimensions of the Prophet's life. Similarly, Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari combines traditional narrative techniques with scholarly investigation and critical insight. The article examines how the application of Dirayah transforms Seerah literature from a simple historical narration into a source of intellectual, ethical, and social guidance.

The findings of the study demonstrate that the principles of Dirayah have played a significant role in making Urdu Seerah literature more analytical, relevant, and responsive to modern intellectual challenges. The selected Seerah works contain elements of critical reasoning, historical evaluation, and social interpretation that enable readers to connect the teachings of the Prophet Muhammad ﷺ with present-day realities. This research highlights the scholarly importance of Dirayah in Urdu Seerah studies and provides a foundation for future academic research in the field of Seerah writing.

Keywords: Dirayah, Urdu Seerah Literature, Tahir-ul-Qadri, Abul Hasan Ali Nadwi, Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari

تمہید:

سیرتِ نبوی ﷺ اسلامی علوم کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے جس کے ذریعے رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ، اخلاق، دعوت، سیاست، معاشرت اور انسانیت کے لیے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو سمجھا جاتا ہے۔ برصغیر میں اردو زبان نے سیرت نگاری کی ایک مضبوط روایت قائم کی، جس میں روایت (نقلِ واقعات) کے ساتھ درایت (تحقیقی و تنقیدی فہم) کو بھی خاص اہمیت دی گئی۔ سیرت نگاری کے اصولِ درایت سے مراد وہ علمی معیارات ہیں جن کے ذریعے سیرت کے واقعات کی صحت، تاریخی پس منظر، عقلی مطابقت، سماجی تناظر اور دینی حکمت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

زیرِ نظر مقالے میں اردو کی چند اہم کتبِ سیرت کا مطالعہ کیا جائے گا، جن میں خصوصاً ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری، سیرت الرسول ﷺ از ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور نبیِ رحمت ﷺ از سید ابوالحسن علی ندوی شامل ہیں۔ ان کتب کے تناظر میں اصولِ درایت کا اطلاقی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

سیرت نگاری میں اصولِ درایت کا مفہوم

سیرت نگاری میں "درایت" سے مراد محض روایات کو نقل کرنا نہیں بلکہ ان کی عقلی، تاریخی اور تحقیقی جانچ کرنا ہے۔ محدثین نے روایت اور درایت دونوں کو علم کی بنیاد قرار دیا۔ اسی اصول کو سیرت نگاروں نے بھی اپنایا۔ درایت کے اہم اصول درج ذیل ہیں:

- روایات کی صحت کا جائزہ
- تاریخی تسلسل اور زمانی مطابقت

- قرآنِ مجید سے مطابقت
- عقلِ سلیم اور فطرت سے ہم آہنگی
- معاشرتی و تہذیبی تناظر
- غلو اور غیر مستند روایات سے اجتناب
- سیرت کے مقاصدِ تربیت پر توجہ

منتخب اردو کتبِ سیرت میں یہ اصول مختلف انداز سے نمایاں ہوتے ہیں۔

ضیاء النبی اور اصولِ درایت:

ضیاء النبی اردو سیرت نگاری کی ایک عظیم علمی کاوش ہے۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس کتاب میں روایت اور درایت دونوں کو متوازن انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے واقعاتِ سیرت کے بیان میں قرآنی آیات، احادیث اور تاریخی مصادر سے استدلال کیا ہے۔ پیر کرم شاہ صاحب کا اسلوب تحقیقی اور مدلل ہے۔ مثال کے طور پر واقعۂ شقِ صدر یا معراج جیسے واقعات میں انہوں نے عقلی اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے جدید ذہن کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ ان کے ہاں عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ علمی احتیاط بھی موجود ہے۔ یہی درایتی انداز ان کی سیرت نگاری کو ممتاز بناتا ہے۔ انہوں نے ضعیف روایات کے استعمال میں احتیاط برتی اور تاریخی واقعات کے پس منظر کو واضح کیا۔ ان کی سیرت نگاری میں عقیدۂ ختمِ نبوت، مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور شانِ رسالت کے تحفظ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

واقعہ شق القمر حضور نبی کریم ﷺ کے عظیم معجزات میں سے ایک نمایاں معجزہ ہے۔ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب کفارِ مکہ نے آپ ﷺ سے نبوت کی نشانی طلب کی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاند دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ قرآنِ مجید میں بھی اس معجزے کا ذکر سورۃ القمر میں موجود ہے۔ یہ واقعہ نہ صرف نبی اکرم ﷺ کی صداقت کی دلیل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کا بھی واضح مظہر ہے۔ اس واقعہ پر معترض جو اعتراض کرتا ہے ضیاء النبی کی دوسری جلد صفحہ 472 پر پیر صاحب ان تمام اعتراضات کا درایتاً جواب دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

معجزہ شق القمر پر اشکالات کا ضیاء النبی کی روشنی میں درایتی جائزہ:

- یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وقوع پذیر ہوا۔ یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ بڑے جلیل القدر صحابہ نے اسے روایت کیا ہے جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ سیدنا علی مرتضی، انس ابن مسعود، حذیفہ، جبیر بن مطعم، ابن عمر، ابن عباس وغیرھم، رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

"وَالْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ فِي الإنشقاق كثيرة "

"یعنی شق قمر کے بارے میں صحیح احادیث بکثرت ہیں۔"

- یہاں تک کہ بعض نے انہیں متواتر بھی کہا ہے۔ شارح مواقف کی بھی یہی رائے ہے۔
- امام تاج الدین سبکی ابن حاجب کی "المختصر" کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"الصَّحِيحُ عِنْدِي أَنَّ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ مُتَوَاتِرٌ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي الْقُرْآنِ مَرْوَى فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا مِنْ طُرُقٍ شَى بحيث لا يُمْترى في تواتره—"

"علامہ سبکی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں رہتی۔"

- بعض قصہ گوؤں نے اس واقعہ پر مضحکہ خیز اضافے کئے ہیں کہ چاند حضور کے گریبان میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا۔
- علما نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ سراسر باطل ہے۔

- کثیر التعداد صحیح احادیث کے باوجود بعض لوگ اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعہ وقوع قیامت کے وقت ظہور پذیر ہوگا۔
- انشق اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے، لیکن یہاں مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور لغت عرب میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ ان کے انکار کی کئی وجوہات ہیں:۔

1. وہ کہتے ہیں اگر ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ساری دنیا میں اس کی دھوم بھی ہوتی۔
2. اس زمانہ کے مورخ اپنی تاریخوں میں اس کا ذکر کرتے۔
3. علم نجوم کے ماہرین اپنی تصنیفات میں اس کو بطور یادگار واقعہ نقل کرتے۔

- اس کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ یہ واقعہ سر شام ہوا تھا اس لئے جزیرہ عرب کے مغرب میں جو ممالک تھے وہاں اس وقت دن تھا۔ لہذا وہاں تو دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز یہ واقعہ رات کو پیش آیا اور اچانک پیش آیا۔ لوگوں کو کیا خبر تھی کہ ایسا واقعہ رونما ہونے والا ہے تاکہ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتے۔ رات کو دنیا سو رہی ہوتی ہے کسی کو کیا خبر کہ آن کی آن میں کیا وقوع پذیر ہو گیا۔ اگر کوئی اس وقت جاگ بھی رہا ہو تو ممکن ہے وہ کسی اور کام میں مشغول ہو اور اس نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو اور اس نے دیکھا بھی ہو لیکن ان پڑھ ہو یا لکھا بھی ہو اور پھر ضائع ہو گیا۔ غرض یہ کہ بیسیوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ اتنے احتمالات کی موجودگی میں ہم صحیح روایات سے ثابت شدہ واقعہ کو کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں۔ علامہ سلیمان ندوی نے اپنی کتاب خطبات مدراس میں لکھا ہے کہ ابھی ابھی سنسکرت کی ایک پرانی کتاب ملی ہے جس میں لکھا ہے کہ مالابار کے راجہ نے اپنی آنکھوں سے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔
- بعض لوگ اس وجہ سے اس واقعہ کا انکار کرتے ہیں کہ اتنا بڑا کرہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جائے اور وہ دونوں ٹکڑے آ کر جڑ جائیں، یہ ناممکن ہے۔
- لیکن جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اسے ناممکن کرنا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک کرہ کے اندر آتش فشاں مادہ ہو اور وہ اس طرح پھٹے کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں، لیکن مرکز کی مقناطیسی قوت اتنی طاقت ور ہو کہ وہ ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے یکجا کر دے۔ ہمیں ان تکلفات کی تب ضرورت پیش آتی۔ جب خود بخود چاند پھٹنے کا واقعہ رونما ہوتا۔ جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کی رسالت کی تصدیق کے لئے چاند کو دو ٹکڑے کیا تو اب کسی کو شک کی مجال نہیں رہتی کیونکہ جس خالق حکیم نے اس چاند کو بنایا ہے وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے۔ اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔
- جو لوگ کہتے ہیں کہ انشقاق قمر وقوع قیامت کے وقت ہوگا، قرآن کا سیاق وسباق ان کی اس توجیہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ "ان یروا الآیۃ" والا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے انشقاق قمر دیکھا اتنے عظیم الشان اور محیر العقول معجزہ کا مشاہدہ کیا لیکن پھر بھی ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ یہ کلام اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب کہ شق قمر ہو چکا ہو۔ واللہ علی کُلِ شَیْءٍ قَدِیرٌ"۔[1]

واقعۂ افک کا ضیاء النبی کی روشنی میں درایتی جائزہ:

واقعۂ افک اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جو غزوۂ بنی المصطلق کے بعد پیش آیا۔ اس واقعے میں منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر جھوٹا الزام لگایا تاکہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو۔ اس مشکل وقت میں حضرت محمد ﷺ نے صبر اور حکمت سے کام لیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی سورۂ نور میں آیات نازل فرما کر حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کو ثابت فرمایا اور بہتان لگانے والوں کی مذمت کی۔ یہ واقعہ مسلمانوں کو سچائی، صبر اور تحقیق کی اہمیت سکھاتا ہے۔

ضیاء النبی میں پیر کرم شاہ الازہری نے واقعۂ افک پر کیے جانے والے یہودیوں، منافقین اور غیر مسلموں کے اعتراضات کا نہایت مدلل جواب دیا ہے۔ انہوں نے روایتاً اس واقعے کی صحیح احادیث اور مستند روایات پیش کیں، جبکہ درایتاً عقل، انصاف اور تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر لگایا گیا الزام سراسر جھوٹ اور بہتان تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ منافقین کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچانا اور حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کو اذیت دینا تھا، مگر قرآنِ مجید کی آیات نے ہمیشہ کے لیے اس فتنے کو باطل قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو:۔

"لیکن ہم یہاں آیت نمبر ۱۶ کے آخری جملہ "سبحنك هذا بهتان عظيم" کے بارے میں بڑے اختصار سے ضیاء القرآن کے حوالہ سے چند امور پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

الف: یہاں "سبحانک" ذکر کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی اس سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کے رسول کی زوجہ محترمہ ایسے الزام سے آلودہ ہو۔ گویا نبی مکرم کی رفیقہ حیات پر الزام لگانا نبی مکرم پر الزام لگانا ہے۔ اور نبی مکرم پر ایسا الزام آپ پر نہیں بلکہ رب کریم پر ہے جس نے ایسا نبی بنایا۔ یاد رہے کہ حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کو ثابت کرنے کے لئے زبان قدرت نے وہی اسلوب اختیار کیا جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی تردید کے وقت اختیار کیا جاتا ہے۔

ب: امام رازی رحمہ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور کریم ﷺ کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم تھا۔ کیونکہ نبی کا ایسے امور سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کردیں ضروریات عقلیہ میں سے ہے۔

ت: امام موصوف نے اپنے کلام پر ایک شبہ پیش کیا ہے اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو حضور اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔ اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور کا پریشان ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس ہے وہ سن کر بھی حضور پریشان ہوجایا کرتے تھے۔ "وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۔" نیز حضرت عائشہ کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق کسی کو ادنی شب بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے۔ ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل نہ تھی ان قرائن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزول وحی سے پہلے بھی اس الزام کا جھوٹا ہونا حضور کو بخوبی معلوم تھا۔ وبِمَجْمُوعِ هَذِهِ الْقَرَائِنِ كَانَ ذَلِكَ الْقَوْلُ مَعْلُوْمَ الْفَسَادِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْوَحْيِ

ث: اس کے علاوہ جو خطبہ حضور کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا اس کا یہ جملہ سارے شکوک کو دور کردینے کے لئے کافی ہے۔ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا

اے گروہ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔

ج: بالاتفاق حضور کا یہ خطبہ نزول آیات سے پہلے کا تھا۔ آپ نے اہل بیت کی براءت حلف اٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ حضور ﷺ کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اس وقت تصور کیا جاسکتا ہے جب حضور کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور کو ذرا بھی تردد ہوتا تو حضور قطعاً نہ حلف اٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

ح: آج کل بھی بعض لوگ جو اپنے آپ کو زمرہ علماء میں شمار کرتے ہیں بڑے سوقیانہ انداز میں اس واقعہ کو عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اپنے نبی پاک کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے عجیب وغریب موشگافیاں کرتے ہیں۔ کہ اگر حضور کو علم ہوتا تو رنجیدہ خاطر کیوں ہوتے۔ اگر علم ہوتا تو صاف الفاظ میں حضرت عائشہ کی براءت کا اعلان کیوں نہ کر دیتے وغیرہ وغیرہ۔

خ: یہ سن کر دل درد سے بھر جاتا ہے اور کلیجہ شق ہونے لگتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ صاحب جو اپنا سارا زور بیان اور قوت استدلال اپنے نبی کی بے علمی ثابت کرنے کے لئے صرف کر رہے ہیں ان کا اس نبی سے قلبی تعلق نہ سہی رسمی تعلق بھی ہوتا تو وہ ایسا کرنے کی جرات نہ کرتے۔ آپ خود سوچیں کہ اگر ان کی بہو بیٹی، جن کے باعصمت ہونے کا انہیں پکا یقین ہے پر ایسا بہتان لگایا جائے یا خود ان کی اپنی ذات کو ہدف بنایا جائے۔ اگرچہ انہیں اپنی پاکدامنی کا حق الیقین بھی ہو، تو کیا ان کا جگر چھلنی نہیں ہو جائے گا؟۔ نزول وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا آپ کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ابتلاء میں شدت، اس کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبر واستقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں جو لطف ہے اس کی قدر ومنزلت اہل محبت ہی جانتے ہیں۔

د: دشمنان خدا اور سول نے یہ بہتان تراشی محض حضور کے قلب نازک کو دکھانے کے لئے کی تھی۔اس لئے اپنی صفائی میں خود لب کشائی شان مصطفوی کے شایان نہ تھی۔ حضور کو اپنے رب کریم کے فضل واحسان پر کامل یقین تھا۔ کہ وہ خود اس تہمت کی تردید فرمائے گا۔اس لئے حضور منتظر رہے اور یہ آیات نازل ہوئیں اگر سرکار دوعالم ﷺ اپنی صدیقہ کی صفائی کے لئے ایک جملہ بھی ارشاد فرمادیتے تو شکوک وشبہات کی گرد چھٹ جاتی۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنی زبان قدرت سے حضرت صدیقہ کی عصمت وپارسائی کی جو زندہ جاوید دلیل پیش فرمائی۔اس سے محبوب رب العالمین کی جو عزت افزائی ہوئی ہے وہ انہیں کیسے میسر آتی۔ براءت دونوں صورتوں میں ہو جاتی۔ لیکن دوسری صورت کی شان ہی نرالی ہے۔[2]

سماع موتی کی روایات کا درایتی جائزہ

ضیاء النبی میں پیر کرم شاہ الازہری نے مسئلۂ سماعِ موتی پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے غزوۂ بدر کے اس واقعے کو بطورِ دلیل پیش کیا ہے، جب حضرت محمد ﷺ نے بدر کے مقتول کفار کی لاشوں کو کنویں میں ڈلوانے کے بعد ان سے خطاب فرمایا۔ جب بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا مردے سنتے ہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ پیر کرم شاہ صاحب نے اس روایت کی روشنی میں ان اعتراضات کا جواب دیا جو سماعِ موتی کے انکار کرنے والوں کی طرف سے کیے جاتے ہیں، اور فرمایا کہ جب کفار اپنے انجام کے بعد نبی ﷺ کا کلام سن سکتے ہیں تو اہلِ ایمان کو بدرجۂ اولی سماع حاصل ہونا بعید نہیں۔ انہوں نے اصول روایت اور درایت دونوں انداز سے یہ واضح کیا کہ اس مسئلے میں اعتدال اور صحیح عقیدہ اپنانا ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفار مکہ اپنی قبروں میں سنتے ہیں تو مسلمان بھی بعد از وفات بطریق اولی سنتے ہیں۔ لیکن یہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ آپ نے حضرت ابن عمر کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور نے یہ فرمایا تھا:۔

"إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ الْآنَ الَّذِي كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ حَقًّا"

"اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ میں جو کچھ انہیں کہا کرتا تھا وہ جو حق تھا۔"

یعنی حضور نے "يَسْمَعُونَ" نہیں کہا۔ بلکہ "يَعْلَمُون" کہا۔ حضرت صدیقہ نے اپنے موقف کی تائید کے لئے ان آیات سے بھی استدلال کیا ہے:۔

"إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى"[3]

"بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو"

وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِع مَنْ فِي الْقُبُورِ"[4]

اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں ہیں۔"

علامہ ابن کثیر نے فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد اپنا یہ فیصلہ سنایا ہے:۔

"وَالصَّوَابُ قَوْلُ الْجَمْهُورِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ لِلْأَحَادِيثِ الدَّالَّةِ نَصًّا عَلَى خِلَا فِي مَا ذَهَبَتْ إِلَيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وارضاها"

جمہور صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے علماء کا قول درست ہے کیونکہ احادیث بطور نص اسی پر دلالت کرتی ہیں اور حضرت صدیقہ کے قول کی تائید نہیں کرتیں۔"

علامہ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں مذکورہ بالا آیت کی توضیح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"السَّلَفُ مُجَمَّعُونَ عَلَى هَذَا وَقَدْ تَوا تَرَتِ الْآثَارُ عَنْهُمْ بِأَنَّ الْمَيْتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهُ وَيَسْتَبْشِهُ۔"[5]

" علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے اور ان سے ایسے اقوال مروی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی بھی ہے اور خوش بھی ہوتی ہے۔"

علامہ ابن قیم نے سماع موتی کے متعلق اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے :۔

"السَّلَفُ مُجَمَّعُونَ عَلَى هَذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْهُمْ بِأَنَّ الْبَيْتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ التي لَهُ وَيَسْتَبْشِرُ بِهِ۔"[6]

"سلف صالحین کا سماع موتی پر اجماع اور اتفاق ہے۔ اور ان سے ایسی روایات مروی ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کی زیارت کے لئے جب کوئی شخص آتا ہے تو میت کو اس کی آمد کا علم بھی ہوتا ہے اور اس سے اسے بڑا سرور حاصل ہوتا ہے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں متعدد احادیث اور اقوال علماء تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وَالَّذِي يَحْصُلُ لَنَا مِنْ مَجْمُوعِ النُّصُوصِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ سمَاءَ الْمَوْتَى ثَابِتُ فِي الْجُمْلَةِ بِالْأَحَادِيثِ الكَثِيرَةِ الصَّحِيحَة۔"[7]

"تمام نصوص سے ہمیں یہی حاصل ہوتا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کا سماع ثابت ہے اور اس کے لئے کثیر التعداد صحیح احادیث موجود ہیں۔"

سماع موتی، علامہ سید انور شاہ کشمیری کی رائے:

"أَقُولُ وَالْأَحَادِيثُ فِي سَمْعِ الْأَمْوَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَارِ وَفِي حَدِيثٍ صَى أَبُو عَمْرٍ وَ أَنَّ أَحَدًا إِذَا سَلَّمَ عَلَى الْمَيِّتِ فَإِنَّهُ يَرُدُّ عَلَيْهِ وَيَعْرِفُهُ إِنْ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا۔"[8]

"میں کہتا ہوں کہ سماع موتی کے بارے میں احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور حضرت ابو عمر سے یہ حدیث صحیح مروی ہے کہ جب کوئی شخص میت کو سلام کرتا ہے تو وہ اسے اس سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں وہ اس کو پہچانتا تھا تو اس وقت بھی وہ اسے پہچان لیتا ہے۔"

مسند میں امام احمد نے حضرت ام المومنین صدیقہ سے باسناد حسن روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو حدیث ابی طلحہ میں مذکور ہیں۔

"مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ ."[9]

"جو میں کہہ رہا ہوں تم اسے ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔"

امام احمد نے اس روایت کی سند کے بارے میں کہا ہے کہ اسناد حسن ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین نے دوسری روایت اکابر صحابہ سے سننے کے بعد اپنے پہلے قول سے رجوع فرمالیا۔

سماع موتی، پیر محمد کرم شاہ کی حتمی رائے:

"طالب حق کے لئے اتنے اشارات ہی کافی ہیں۔ میں اس مقام پر اس بحث کو مزید طول نہیں دینا چاہتا مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ضیاء القرآن جلد سوم سورہ الروم آیت ۵۲ صفحات ۵۸۳ تا ۵۹۰"[10]

سیرت الرسول ﷺ اور اصول درایت:

سیرت الرسول جدید اسلوبِ تحقیق کی نمائندہ کتاب ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے سیرت کے واقعات کو جدید علمی پیرائے میں بیان کیا اور مستشرقین کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا۔ اس کتاب میں اصولِ درایت کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ مصنف نے ہر واقعہ کو تاریخی تناظر، سماجی حالات اور بین الاقوامی پس منظر میں سمجھانے کی کوشش کی۔ مثلاً میثاقِ مدینہ، غزوات اور اسلامی ریاست کے قیام کو محض مذہبی واقعات کے بجائے ایک سماجی انقلاب کے طور پر پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے حوالہ جاتی نظام کو مضبوط رکھا ہے اور عربی مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی سیرت نگاری میں تحقیقی اسلوب، تقابلی مطالعہ اور عصری ذہن سے مکالمہ نمایاں ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے روایات کی تحقیق میں سند کو بھی اور متن کو بھی بڑے تحقیقی پہلوؤں کے ساتھ جانچا اور درایت کے اصولوں کو استعمال کرتے ہوئے روایت کی پرکھ میں یعنی قبول کرنے اور انکار کرنے میں خوب زور لگایا۔ اصول روایت اور اصول درایت کو ڈاکٹر طاہر قادری صاحب کیسے پیش نظر رکھتے ہیں۔

نبی کریم کے پہلے سفر شام کا "سیرۃ الرسول" کی روشنی میں درایتی جائزہ:

بحیرا راہب کا واقعہ سیرتِ نبوی ﷺ کے ابتدائی اور مشہور واقعات میں شمار ہوتا ہے۔ یہ اُس زمانے کا واقعہ ہے جب نبی کریم ﷺ ابھی کم عمر تھے اور اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارتی قافلے میں شام کی طرف سفر پر گئے۔ راستے میں ایک مقام پر ایک عبادت گزار راہب، بحیرا، نے قافلے کو دیکھا اور حضور ﷺ میں کچھ غیر معمولی نشانیاں محسوس کیں۔ اُس نے آپ ﷺ کی شخصیت، اخلاق اور بعض علامات کو دیکھ کر اندازہ کیا کہ یہ بچہ مستقبل میں ایک عظیم مقام حاصل کرے گا۔ یہی پس منظر "بحیرا راہب" کے واقعے کی بنیاد بنتا ہے۔

بحیرا راہب کے واقعے پر یہ اعتراض کیے جاتے ہیں کہ اس کی بعض روایات سند کے اعتبار سے کمزور ہیں، مختلف روایتوں میں نبی کریم ﷺ کی عمر اور سفر کی تفصیلات میں اختلاف پایا جاتا ہے، نیز بادل کے سایہ کرنے اور درخت کے جھکنے جیسی علامات کو بعض ناقدین غیر تاریخی اور مبالغہ آمیز قرار دیتے ہیں۔ بعض مستشرقین نے اس واقعے کی بنیاد پر یہ دعویٰ بھی کیا کہ نعوذ باللہ رسولِ اکرم ﷺ نے دینی معلومات بحیرا راہب سے حاصل کیں، حالانکہ مسلمان علماء کے نزدیک یہ اعتراض بے بنیاد ہے کیونکہ ملاقات مختصر تھی اور اسلام کی تعلیمات وحیِ الٰہی پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اعتراضات کا علمی محاسبہ کیا اگرچہ روایتاً بھی جواب دیا لیکن جو درایتاً دیا ملاحظہ ہو سیرۃ الرسول سے:۔

متن کا درایتی جائزہ:

"جہاں تک متن سے متعلق دوسرے اعتراض کا تعلق ہے تو اس میں صرف حدیث کا آخری حصہ جس میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال حبشی کے ہمراہ حضور کی واپسی کا ذکر ہے۔ جمہور کے ہاں یہ راوی کی غلطی اور وہم ہے اس ایک کلمہ کے ذکر ہو جانے کی وجہ سے تمام حدیث ضعیف نہیں ہو سکتی۔ امام ابن حجر عسقلانی نے راوی کے اس وہم کی بڑی معقول وجہ یہ بتائی ہے کہ حضور ﷺ کے سفر شام کے متعلق بعض روایات ہیں۔ جن میں سیدنا صدیق اکبر بھی اسی کے کے ہمراہ تھے مثلاً ابن مندہ نے ابن عباس ہی سے ایک ضعیف روایت بیان کرتے ہوئے یوں کیا۔ حضرت ابو بکر بھی حضور ﷺ کے ہمراہ شام سفر تجارت کے لئے گئے، اس وقت ان کی عمر ۱۸ سال اور آپ کی عمر مبارک 20 سال تھی۔" ان ابابكر صحب رسول الله ﷺ وهو ابن ثمانية عشرة سنة والنبي صلى الله عليه وسلم ابن عشرين سنة وهم يريدون الشام في تجارة۔" یہ روایت نقل کرنے کے بعد علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:۔ "اگر یہ صحیح ہے تو یہ سفر اس سفر کے بعد ہوا جس میں آپ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تجارتی قافلے میں گئے تھے۔"[11]

"علامہ ذہبی نے مستدرک کے حاشیے میں اس حدیث کو اگر ضعیف کہا ہے تو صرف اس آخری جزو کی وجہ سے اور اس کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں کہ اس ایک کلمہ کی وجہ سے پوری حدیث ناقابل اعتبار نہیں ہوتی۔ امام ذہبی نے مستدرک کی بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جو فی الواقع صحیح احادیث ہیں۔ یہ ان کی اپنی تحقیق ہے ان کے ہاں صحت کا معیار خاصا سخت ہے اور اہل علم نے ان کے اس رویے پر گرفت بھی کی ہے۔ لیکن زیر نظر موضوع میں مدعائے کلام بحیرہ راہب سے ملاقات کا واقعہ ہے نہ کہ واپسی کا سفر۔ اُس لئے نہ یہ واقعہ خلاف حقیقت ہے اور نہ اس سے اسلام یا پیغمبر اسلام کی اہانت کا شائبہ ہوتا ہے۔"[12]

روایت سفر شام پر مصنف "سیرۃ الرسول" کا تجزیہ:

"علامہ شبلی مرحوم نے نہ جانے کیوں ضعف حدیث کے ثبوت میں اتنے تکلف سے کام لیا ہے۔ اس تکلف کو ایک علمی رائے یا تحقیقی نقطہ نظر سمجھ کر در گزر بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ یہاں علمی اسلوب سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی کو اپنا فریق سمجھتے ہوئے بیک جنبش قلم "رواۃ پرست" کہہ کر ان کی حدیث فہمی کی مسلمہ حیثیت کو چیلنج کر دیا۔ ہمارے نزدیک امام ابن حجر کی مستند علمی شخصیت اور خاص طور پر فن جرح و تعدیل میں ان کی لاثانی امتیازی حیثیت کے سامنے علامہ شبلی کی یہ تنقید کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اصحاب علم و تحقیق کے ہاں ایسا اسلوب قطعاً روا نہیں۔ ایک محقق کسی محدث یا امام کی رائے کو دوسرے پر ترجیح تو دے سکتا ہے، لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اتنے بڑے اور مسلم محدث کی تحقیق کو روندتے ہوئے اپنی رائے کو حرف آخر سمجھ لیا جائے۔"[13]

روایت سفر شام پر غیر مسلم مؤرخین کے اشکالات:

"بعض غیر مسلم مورخین نے اپنی عادت کے مطابق اس واقعہ کو توڑ مروڑ کر بہت بھونڈے انداز سے پیش کیا ہے اور دعوی کیا ہے کہ اس کی جزئیات بڑی مضحکہ خیز ہیں ۔دراصل انہیں بادلوں کا سایہ کرنا، درختوں کا شافعین سمیٹنا مضحکہ خیز لگتا ہے حالانکہ یہ معجزات اعزازات اور کرامات ہیں جو اولیاء وانبیاء کو عطا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے گہوارے میں کلام کیا، اندھوں کو بینائی عطا کی، بیماروں کو شفا بخشی، مردوں کو زندہ کیا اور مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑ گیا۔ یہ سب معجزات ہیں۔ آج تک عیسائی اور یورپی محققین نے ان کو مضحکہ خیز نہیں کیا۔ پھر اس واقعہ میں پیش آنے والے واقعات پتہ نہیں ان کے نزدیک کسی طرح مضحکہ خیز ہو گئے۔ سر ولیم میور نے "The Life Of Muhammad" میں اس واقعہ پر جس انداز سے تنقید کی ہے اس سے متعصب مورخ کے چہرے پر پڑے ہوئے دعوائے حقیقت پسندی کے تمام نقاب الٹ گئے ہیں اور اس کے تعصب وعناد کے مکروہ چہرے کو اصلی خدوخال کے ساتھ نمایاں کر دیا ہے۔ ممکن ہے تاریخ کے دیگر ادوار وقصص کے حوالے سے ان کا اپنے بارے میں دعوی صداقت پر مبنی ہو۔ مگر "شان محمد کے باب میں ان کا رویہ یکسر مختلف ہے اور ان کے محمود وایاز سب ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔ جس واقعہ سے حضور ﷺ کی بے مثل شان اور نبوت ورسالت کی صداقت آشکارا ہوتی ہے وہاں نمک مرچ لگا کر یا تو جزئیات کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں یا تعصب وعناد کے نشتر سے اسے بالکل مسخ کر دیتے ہیں یا بیک جنبش قلم اس کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ایمان افروز واقعہ صحیح سند سے ثابت ہے اور اپنی جزئیات سمیت معجزہ ہونے کا مظہر ہے اس کا کوئی پہلو ایسا نہیں جسے مضحکہ خیر قرار دیا جاسکے مگر افسوس اور حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزات کے تو قائل ہیں لیکن جس معجزہ سے پیغمبر اسلام کی عظمت وجلالت نمایاں ہوتی ہو اس سے انہیں انکار ہے۔

"خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے"[14]

روایت سفر شام پر مستشرقین کا اسلوب:

"دیگر مستشرقین نے بھی اسلامی تعلیمات کو عیسائیت کا چربہ ظاہر کرنے کے لئے اس واقعہ کو ایک انوکھے آب ورنگ سے پیش کیا ہے جس سے ان کی غیر جانبداری کی ساری قلعی کھل جاتی ہے اور ایک راست فکر انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا تعصب میں انسان اتنا حد سے بھی گزر سکتا ہے کہ ایک بے حقیقت شے کو خواہ مخواہ حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کرے، رائی کا پربت بنادے اور پھر اصرار کرے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی درست ہے۔ اور (Margolloth (مارگیولوس۔(William Muir (سرویم میور درپیر)(Draper) وغیرہ کا کہنا ہے۔ محمد جب بحیرا راہب سے ملے تو انہوں نے انقلاب اسلامی کے سارے اسرار ورموز ان سے سیکھے۔ فلسفہ ادیان وحکمت ربانی کی تعلیم ان سے حاصل کی اور پھر اپنے دین کی بنیاد انہی تعلیمات پر رکھی۔ اس لئے انہوں نے "اسلامی تعلیمات" کی صورت میں جو کچھ پیش کیا ہے وہ بحیرا راہب کی تعلیمات کا نچوڑ اور عیسائیت کا چربہ ہے۔ ان مہذب دانشوروں کے اس دعوی پر عقل حیران ہے کہ ایسی بات کہتے ہوئے وہ اپنی دانش کو کہاں چھوڑ آئے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے بحیرا کے پاس چند لیے قیام کیا اس نے علامات نبوت دیکھیں تو نصیحت کی کہ انہیں واپس لے جاؤ۔ اتنے عرصہ میں وہ کون کی سربستہ تعلیمات تھیں جو بحیرا نے القاء کیں اور حضور ﷺ نے وصول کیں۔"[15]

"تمام مستشرقین اس حقیقت سے تو یقیناً آگاہ ہوں گے کہ 12 سال کا بچہ اتنے تھوڑے قیام میں قیامت تک کے لئے ہمہ گیر دین کی بنیاد میں ایک راہب سے فراہم نہیں کر سکتا مگر اس پر عظمت واقعہ سے نبی اکرم سی کی فضیلت اور عشق وادب کا جو نقش قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا تھا اس کو شکوک وشبہات کا شکار کرنے کے لئے ان کے نزدیک یہ سارا ناما معقول ڈھونگ رچانا ضروری تھا۔ مستشرقین حمام قاری نے تو جو متاثر ہوتا تھا سو ہوتا تھا لیکن ستم ظریفی کی انتہا اس بات پر ہو جاتی ہے کہ علامہ شبلی جیسے نامور محقق نے تواتر کی حد تک مشہور اس واقعہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ قارئین جہاں سے اس گھناؤنے منصوبے کی سنگینی کا اندازہ کر سکتے ہیں جو فکری میدان میں اسلامی تحقیق کے نام سے متعصب یہودیوں اور عیسائی مستشرقین کے سپرد کیا گیا۔ اس پس منظر میں ہم اپنی کتاب مقدمہ سیرۃ الرسول میر کا ایک اقتباس اس جگہ درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ سامراجی طاقتوں کی سازش سے شعوری آگہی کا سبق تازہ ہو سکے۔ دور حاضر کے سیرت نگاروں میں سے بعض نے سیرت نبوی ایم کے اکثر معجزانہ پہلوؤں کا یہ کہہ کر انکار کر دیا ہے کہ یہ روایات

درجہ دوم کی کتب حدیث اور کتب سیرت و فضائل میں آئی ہیں بخاری و مسلم جیسے ائمہ حدیث نے ان کی تخریج نہیں کی۔ لہذا یہ روایات صحت و ثقاہت کے بلند معیار پر پوری نہیں اتر تیں قطع نظر اس کے کہ ان روایات کی تخریج، تصحیح اور تحسین کرنے والے ائمہ حدیث کا فن حدیث میں خود کتنا بلند مقام ہے۔ خود اصول حدیث اور فن رجال کے علماء نے احادیث احکام اور احادیث فضائل کے رد و قبول کے لئے کیا فی بیانے اور اصول وضع کئے ہیں اور کسی درجہ کے محدثین نے اپنی کتب میں ان روایات پر اعتماد کیا ہے۔ اس تنقیدی نقطہ نگاہ کا فکری پس منظر یہ ہے۔ فضائل نبوت سیرت اور معجزات محمدی ﷺ پر جرح وطعن اور رد و انکار کا مسئلہ صرف روایات کے قبول اور عدم قبول کا مسئلہ نہیں بلکہ زاویہ نگاہ کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ فنی نہیں فکری ہے اور تحقیقاتی نہیں نظریاتی ہے"[16]

فکر مستشرقین کے بعض مسلم مؤرخین پر اثرت:

"بحیرہ راہب سے ملاقات کے عظمت و جلالت مصطفوی سے بھرپور واقعہ کا انکار اگر محض فنی و تحقیقاتی ہوتا تو ولیم میور (William Muir) سے لے کر علامہ شبلی نعمانی تک کوئی بھی اس کا انکار نہ کر سکتا کیونکہ اس واقعہ پر فنی و تحقیقاتی بحث جو سابقہ صفحات پر گزر چکی ہے وہ ناقابل انکار ثقاہت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس امر کے پیش نظر یہ بات باور کرنے میں کوئی شک نہیں رہتا کہ مستشرقین نے اپنی قد آمیز تحقیقات میں فکری زہر ہلاہل دینے کا کام مسلسل کیا اور بد قسمتی سے بعض مسلم مفکرین کے ہاتھوں بھی نادانستہ یہی کام سرانجام پانے لگا۔ واضح رہے کہ یہ کوشش ایمان کے خلاف ایک خطرناک سازش ہے جس کے ذریعے امت مسلمہ کا رشتہ محبت و غلامی دینی لٹریچر اور تعلیمات اسلامی کے ذریعے اپنے محبوب و مکرم نبی ﷺ سے کمزور کرنے اور بالآخر کاٹنے کا مقصد پورا کیا جارہا ہے۔ یہ سازش بنیادی طور پر مغربی سامراج نے مسلمانوں کے اندر اعتقادی فتنے اور دینی تفرق پیدا کرنے کے لئے تیار کی تھی اور یہی سامراجی کے اندر اعتقادی فتنے اور دینی تفرق پیدا کرنے کے لئے تیار کی تھی اور میں سامراجی طاقتوں کا ہدف تھا جس کا شکار لاشعوری طور پر کئی مسلمان علماء و مفکرین ہو گئے ہیں۔ سو یہ وہی دینی فکر ہے جس کا خمیر سرزمین حجاز میں نہیں۔ سرزمین مغرب میں تیار ہوا تھا۔"[17]

"یہ واقعہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جیسا کہ قبل ازیں ہم بحث کر آئے ہیں اس سے ہمارے نبی اکرم ﷺ کی شان نبوت اور صداقت رسالت غیروں کی زبان سے آشکارا ہوتی ہے تو کسی حاسد و منکر کے کہنے پر ہم اس کا انکار کیوں کریں؟ کیوں نہ اس سے اپنے ایمان کی تابندگی اور روح کی تازگی کا سامان کریں؟"[18]

نبی رحمت ﷺ اور اصول درایت

"نبی رحمت" کے مصنف سید ابوالحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء)۔ برصغیر کی معروف علمی شخصیت ہیں، عالم عرب میں بھی ان کی خوب پذیرائی ہے۔ علامہ ندوی نے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے، بحیثیت مؤرخ اور سیرت نگار علمی دنیا میں ان کی ایک الگ پہچان ہے۔ اس وقت "نبی رحمت" کے عنوان سے جو کتاب ہمارے پیش نظر ہے وہ دو جلدوں پر مشتمل ہے اور بلا مبالغہ سیرت نبوی پر یہ ایک شاہکار کتاب ہے۔ کتاب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ندوی کی سیرت کے قدیم اور جدید مصادر پر گہری اور تنقیدی نظر ہے، اور وہ نہ صرف مستشرقین کے اعتراضات سے آگاہ ہیں بلکہ ان اسباب کا بھی گہرا ادراک رکھتے ہیں جو ان اشکالات کا باعث ہیں۔ علامہ ندوی نے زیر نظر کتاب میں عصری تناظر کا مکمل لحاظ رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ برصغیر کے ادب سیرت میں جو خلل رہ گئے ہیں ان کو پر کر دیا جائے۔ "نبی رحمت" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ندوی پر سرسید احمد خان (م ۱۹۹۸ء)، علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء)، قاضی محمد سلیمان منصور پوری (م ۱۹۳۰ء)، ڈاکٹر حمید اللہ (م ۲۰۰۲) کی سیرت نگاری اور اسلوب نگارش کے گہرے اثرات ہیں۔ سرسید نے سیرت پر مستشرقین کے اعتراضات کا رد کیا، علامہ شبلی نعمانی نے غیر مستند مواد کو الگ کرنے کے لئے سیرت نگاری کے اصول اور ماخذ متعین کئے، قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے رحمۃ للعالمین میں اور ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی کتب سیرت اور متعدد تحقیقی مضامین میں سیرت کی ایسی جہتوں پر کام کیا ہے جس پر پہلے سیرت نگاروں کی نگاہ نہیں پڑی۔

نبی رحمت فکری اور دعوتی انداز نبی رحمت فکری اور دعوتی انداز کی اہم کتاب ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی نے رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت کو انسانی تاریخ کے سب سے بڑے انقلاب کے طور پر پیش کیا۔ ان کی سیرت نگاری کا بنیادی مقصد امت کی فکری و روحانی اصلاح ہے۔ وہ سیرت کو محض تاریخی بیان نہیں بلکہ امت کی بقا اور احیائے دین کا سرچشمہ

سمجھتے ہیں۔ان کے ہاں درایت کا پہلو اس انداز میں سامنے آتا ہے کہ وہ ہر واقعے سے اجتماعی، اخلاقی اور دعوتی نتائج اخذ کرتے ہیں۔ ندوی صاحب مغربی تہذیب اور مادیت کے مقابلے میں سیرتِ نبوی ﷺ کو نجاتِ انسانیت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ دور حاضر معقل پرستی کا دور ہے۔ انسانی معاشروں میں مذہب کی مسلسل پسپائی اور سیکولرازم کے نفوذ کے بعد اب عقل ہی انسان کا خدا ہے۔ صرف سیکولر معاشروں ہی کا کیا ذکر، خود مسلم معاشروں میں بھی عقل پرستی خوب زوروں پر ہے اور نئی نسل میں یہ رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے بارے یہ دعوئی کہ وہ عقل و دانش کے اعلیٰ ترین معیارات اور فطری اصولوں پر پورا اترتا ہے، بجا طور پر اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔ قرآنی تعلیمات اور سیرت نبوی کو آج کے عقل پرستوں کے سامنے بطور چیلنج پیش کیا جائے۔ تاریخ نبوت پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ پہلے ایسے واقعات جڑے دیے گئے جو نبی کی نبوت پر دلیل اور نشانی ہوں کہ انسان ان کی باتوں کو بلا دلیل مانیں۔ لیکن عالم الغیب کو معلوم تھا کہ آئندہ ایسی باتوں کو انسان علم و عقل کے معیار پر پرکھ کر ہی قبول کریں گے۔ اس لئے خاتم الانبیاء ایسے مبعوث کیا گیا اور آپکی تعلیمات کو علم و حکمت اور فلسفہ الٰہی پر قائم کیا گیا۔ جب انسانی عقل ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے ایک خاص مقام پر پہنچی۔ تو اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے مطابق محمد رسول اللہ کو بھیجا۔ جنہوں نے اپنی نبوت و رسالت منوانے کے لیے آنکھوں کو خیرہ کیا ہو۔ اس کو حیرت زدہ کیا بلکہ انسانوں کو صرف اسلام کی طرف بلایا اور انہیں اسلامی تعلیمات پر تدبر او غور و فکر کی دعوت دی اور عقل ہی کو فیصلہ کے لیے حاکم قرار دیا۔ اس طرح خدا تعالی نے عقل کو دلیل، قوت گویائی اور بلاغت کی قدرت ہی کو نشانی اور نبوت کا معجزہ قرار دے دیا۔ اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے۔ سید ابو حسن علی ندوی رقمطراز ہیں:۔

"اسی طرح سیرت نگاری میں یہ بھی ضروری ہے کہ یہ جذباتی و ایمانی عنصر عقل سلیم کے تقاضوں پر غالب نہ آجائے، جن کی اہمیت عصر حاضر نے خاص طور پر پڑھا دی ہے، نہ وہ منطق کے صحیح، معقول اور قابل فہم اصولوں کے منافی ہو، نہ عقیدہ اور تقلید پر مبنی ایسا خراج عقیدت اور خراج تحسین ہو جس کو صرف قوی الایمان پشتینی مسلمان اور وہ علماء راسخین قبول و تسلیم کر سکیں جن کی بیرونی دنیا اور جدید ثقافت سے کوئی ہم راہ نہیں۔ یہ عقیدت و محبت بلاشبہ ایک عطیہ خداوندی اور نعمت خداداد ہے لیکن یہ بات ہمیں بھی نہ بھولنا چاہئے کہ وہ بہر حال اس نبی کی سیرت ہے جس کو رحمۃ للعالمین بنا کر دنیا کے تمام انسانوں اور نوع انسان کے تمام طبقوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس لئے اس کو اس طبقہ کے کے افراد کے لئے ممنوع اور مہر بند نہیں کیا جا سکتا، جن کو حالات نے اسلامی و ایمانی ماحول میں نشو نما حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا۔"[19]

خلاصہ کلام

اس مقالہ میں کی گئی تفصیلی تحقیق کا جامع نچوڑ درج ذیل ہے:

1. قرآن سے مطابقت: سیرت کا کوئی واقعہ قرآنِ مجید کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔
2. احادیث صحیحہ سے موافقت: روایت معتبر احادیث اور مستند اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو۔
3. عقل و فہم کا استعمال: ایسے واقعات قبول نہ کیے جائیں جو عقلِ سلیم کے خلاف ہوں۔
4. تاریخی حقائق کی جانچ: زمانہ، مقام، شخصیات اور حالات کے مطابق روایت کا جائزہ لیا جائے۔
5. راوی کے حالات پر غور: روایت بیان کرنے والے کی دیانت، حافظہ اور ثقاہت دیکھی جائے۔
6. مبالغہ اور غیر مستند قصوں سے احتیاط: سیرت میں جذباتی یا فرضی حکایات شامل نہ کی جائیں۔
7. مقصدِ سیرت کو سامنے رکھنا: سیرت نگاری کا مقصد نبی کریم ﷺ کی حقیقی زندگی اور اسوۂ حسنہ کو واضح کرنا ہے۔

الغرض اصولِ درایت سیرت نگاری کو مستند، معقول اور قابل اعتماد بناتے ہیں۔ ان اصولوں کی بدولت سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات میں صحیح اور غلط روایات میں فرق کیا جاتا ہے۔

نتائج تحقیق

1. اردو سیرت نگاری نے روایت اور درایت دونوں پہلوؤں کو کامیابی سے یکجا کیا ہے۔
2. منتخب کتبِ سیرت کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ہر مصنف نے اپنے علمی، فکری اور روحانی رجحان کے مطابق سیرتِ نبوی ﷺ کو پیش کیا۔
3. سب کا مشترک مقصد رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو امت کے لیے نمونہ بنانا تھا۔
4. یہی اصول جدید دور میں سیرتِ نبوی ﷺ کی مؤثر تفہیم کے لیے ناگزیر ہیں۔
5. مطالعے سے واضح ہوا کہ ضیاء النبی میں عشقِ رسول ﷺ اور تحقیقی اسلوب کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔
6. سیرت الرسول جدید علمی انداز اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ سیرت نگاری کی نمائندگی کرتی ہے۔
7. نبی رحمت میں دعوتی، فکری اور اصلاحی پہلو نمایاں ہیں۔
8. تحقیق سے یہ حقیقت بھی واضح ہوئی کہ اصولِ درایت نے اردو سیرت نگاری کو محض روایتی قصہ گوئی سے نکال کر ایک تحقیقی، تنقیدی اور فکری علم کی صورت دی۔ قرآن، حدیث، تاریخ اور عقلِ سلیم کی روشنی میں سیرت کے واقعات کا تجزیہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق زیادہ مؤثر ثابت ہوا۔

سفارشات

1. سیرت نگاری میں روایت کے ساتھ درایت کو بھی بنیادی حیثیت دی جائے تاکہ سیرتِ نبوی ﷺ کا پیغام جدید ذہن کے
2. لیے زیادہ قابلِ فہم بن سکے۔
3. نئی نسل کے لیے ایسی سیرت نگاری کی ضرورت ہے جو تحقیقی معیار، آسان زبان اور عصری اسلوب پر مشتمل ہو۔
4. جامعات اور دینی اداروں میں اردو کتبِ سیرت کے تحقیقی مطالعے کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ میں تنقیدی اور تحقیقی شعور پیدا ہو۔
5. سیرت نگاروں کو چاہیے کہ ضعیف اور غیر مستند روایات سے اجتناب کریں اور مستند تاریخی و حدیثی مصادر سے استفادہ کریں۔
6. جدید دور میں مستشرقین اور مغربی مفکرین کے اعتراضات کا علمی جواب دینے کے لیے سیرت نگاری میں تقابلی اور تحقیقی منہج اختیار کیا جائے۔
7. سیرتِ نبوی ﷺ کے سماجی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی پہلوؤں پر مزید تخصصی تحقیق کی جائے تاکہ جدید انسانی مسائل کا حل سیرت کی روشنی میں پیش کیا جا سکے۔
8. اردو سیرت نگاری کو ڈیجیٹل اور بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کے لیے ان اہم کتب کے تراجم اور آن لائن تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں۔

سیرت نگاری میں اعتدال، علمی دیانت اور تحقیقی احتیاط کو بنیادی اصول بنایا جائے تاکہ سیرت کا اصل اور مستند تصور محفوظ رہ سکے۔

حوالہ جات:

[1] الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 1420ھ، ج2، ص475-472

Al-Azhari, Muhammad Karam Shah, Pir, Zia-un-Nabi. Zia-ul-Quran Publications, Lahore, 1420 AH, Volume 3, p. 475.

[2] ضیاء النبی، ج3، ص332-330

Zia-un-Nabi, Vol. 3, pp. 330–332

[3] النمل 27:80

Al-Naml 27:80

[4] الفاطر 35:22

Al-Fatir 35:22

[5] ابن کثیر، عمادالدین، حافظ، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ ایڈیشن، ج2، ص272

Ibn Kathir, , Ahmad al-Din, Tafsir al-Qur'an al-'Azim Dar Tayyibah Edition, Volume 2, Page 272

[6] ابن قیم، امام، کتاب الروح، دار طیبہ ایڈیشن، ج2، ص7

Ibn al-Qayyim (Imam), Kitab al-Ruh, Dar Tayyibah Edition, Volume 2, Page 7

[7] عثمانی، شبیر احمد، الشیخ، فتح الملہم، داراحیاء الراشد العربی، بیروت، لبنان، ج3، ص220

Shabbir Ahmad Uthmani (Sheikh), Fath al-Mulhim, Dar Ihya al-Rashid al-Arabi, Beirut, Lebanon, Volume 3, Page 220.

[8] انور شاہ کشمیری، سید، فیض الباری، مکتبہ اصحاب الحدیث، لاہور، ج2، ص467

Anwar Shah Kashmiri, Fayd al-Bari, Maktabah Aṣḥāb al-Ḥadīth, Lahore, Volume 2, Page 467

[9] ضیاء النبی، ج3، ص467

Zia-un-Nabi, Vol. 3, p 467

[10] ایضاً، ج3، ص367-365

Ibid, Vol. 3, pp. 365–367

[11] ڈاکٹر، القادری، محمد طاہر، سیرۃ الرسول، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، 2017ء، ج3، ص42

Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri. Seerat al-Rasul. Minhaj-ul-Quran Publications, Lahore, 2017, Vol. 3, p. 42

[12] ایضاً، ج3، ص43

Ibid., Vol.3, P.43

[13] سیرت الرسول، ج3، ص44

Seerat al-Rasul, Vol. 3, p. 44

[14] ایضاً، ج3، ص47

Ibid, Vol. 3, p. 47

[15] ایضاً، 3، ص49

Ibid,Vol.3,P.49

[16] ایضاً، ج3، ص50

Ibid,Vol. 3, p. 50

[17]ایضاً،ج3،ص51

Ibid, Vol. 3, p. 51

[18]ایضاً،ج3،ص54

Ibid,Vol.3, P.54

[19]ندوی،ابوالحسن، علی،سید، نبی رحمت، مجلس تحقیقات ونشریات الاسلام،لکھنؤ،ج1،ص20

Nadwi, Abul Hasan Ali Sayyid. Nabi-e-Rahmat. Majlis Tahqiqat wa Nashriyat-e-Islam, Lucknow, Vol. 1, p. 20.